محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نقوشِ سیرت
سب کے پیارے
حکیم محمد سعید

نام کتاب : نقوش سیرت — سب کے پیارے

مصنف : شہید حکیم محمد سعید

ناشر : نونہال ادب، ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان

ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی

طابع : معز پروسیس، کراچی

اشاعت : پہلی بار ۱۹۸۹ء- دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں بار ۱۹۹۰ء

چھٹی بار ۱۹۹۱ء- ساتویں بار ۱۹۹۲ء- آٹھویں اور نویں بار ۱۹۹۴ء

دسویں بار ۱۹۹۶ء- گیارھویں بار ۱۹۹۷ء- بارھویں بار ۱۹۹۸ء

تیرھویں بار ۱۹۹۹ء- چودھویں بار ۲۰۰۳ء- پندرھویں بار ۲۰۱۳ء

تعداد : ۵۰۰

قیمت : پینتیس (۳۵) رُپے

websites ویب سائٹس

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان : www.hamdardfoundation.org

ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان : www.hamdardlabswaqf.org

ادارۂ سعید : www.hakimsaid.info

ISBN 969-412-1523

اللہ کے رسولؐ ، دونوں جہانوں کے سردار، نورِ مجسّم، رحمتِ عالمؐ ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی ہمارے لیے بہترین نمونہ اور سب سے اعلا معیار ہے۔ اچھی اور پاکیزہ زندگی کا اتنا اعلا نمونہ آج تک دُنیا نے نہیں دیکھا۔

بچّو! اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی بھی اچھی گزرے اور ہم میں پاکیزہ عادتیں پیدا ہوں، ہمیں دین و دنیا کی بھلائی نصیب ہو تو ہمیں حضورؐ کی سیرت پر عمل کرنا ہوگا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر کس طرح عمل کیا، عبادت کیسے کی، دوستوں سے کیسے پیش آئے، دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک کیا، گھر والوں کے ساتھ، رشتے داروں کے ساتھ، بچّوں کے ساتھ، یتیموں، مسکینوں اور محتاجوں کے ساتھ آپؐ کا برتاؤ کیسا تھا۔ سچّائی، عدل و انصاف، عفو درگزر، سخاوت اور شجاعت کے کیسے اعلا معیار آپؐ نے قائم کیے، اللہ کی راہ میں ثابت قدمی اور اللہ پر بھروسے کی کیسی عظیم مثالیں آپؐ نے دنیا کے سامنے پیش کیں، یہ سب ہمارے لیے

ایک نمونہ ہیں۔

"نقوشِ سیرت" میں ان ہی کی جھلک ہے۔ یہ حضورؐ کی پاک زندگی کے واقعات ہیں۔ ان میں سے ہر واقعہ ہمارے لیے ایک روشن چراغ کی مانند ہے جو ہمیں اس دنیا کی تاریکیوں میں سیدھا راستہ دِکھاتا ہے اور ہماری زندگیوں کو سنوارتا ہے۔

اسی جذبے سے میں نے پیارے نبیؐ کی پیاری سیرت کے کچھ واقعات جمع کیے ہیں۔ انھیں پڑھو، ان میں جو تعلیم ہے اسے سمجھو اور اس پر عمل کرو۔ یاد رکھو ہم پر اللہ کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی فرض ہے۔

(حکیم محمد سعید)

سب کے پیارے

اللہ کے رسول، حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وسلم ایسے انسان تھے جن کو اللہ نے ہر خوبی عطا کی تھی۔ جو آپؐ کو دیکھتا وہ مرعوب ہوجاتا اور جو آپؐ کے پاس رہ لیتا وہ آپؐ کا جاں نثار بن جاتا۔ آپؐ جیسا نہ پہلے کبھی دیکھنے میں آیا اور نہ آپؐ کے بعد۔ آپؐ سے لوگوں کو بے پناہ سچّی محبّت تھی۔ لوگوں کے دل آپؐ کی طرف اس طرح کھنچے چلے آتے تھے، جیسے لوہا مقناطیس کی طرف کھنچتا ہے۔

آپؐ کے صحابہؓ نے آپؐ سے ایسی محبت کی ہے، ایسی جان فدا کی ہے اور ایسا آپؐ کا حکم مانا ہے کہ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپؐ پر اپنی جان اور اپنا مال قربان کرنے میں آپؐ کے صحابہؓ ایک دوسرے سے آگے بڑھ گئے۔ آپؐ کی خوشی سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی خوشی نہ تھی، آپؐ کے راضی ہونے سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی دولت نہ تھی۔ آپؐ کی محبت اور آپؐ کی اطاعت اللہ سے محبت اور اللہ کی اطاعت تھی۔ آپؐ راضی تھے تو اللہ بھی راضی تھا۔

حضورؐ سے محبّت

ایک روز رسول اللہؐ حضرت اَبُوبکرؓ کے ساتھ مسجدِ حرام تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت اَبُوبکرؓ نے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دی۔

یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے حرم شریف میں اس طرح کھل کر لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا ہو۔ مشرکین یہ سنتے ہی حضرت اَبُوبکرؓ پر ٹوٹ پڑے اور اُن کو گرا کر مارنے لگے۔ عتبہ نے ان کے منھ پر اتنا مارا کہ ان کا منھ سوج گیا۔

یہ حال دیکھ کر اُن کے قبیلے والے آگے بڑھے اور انھیں چُھڑا کر گھر لے آئے۔ شام تک حضرت اَبُوبکرؓ بے ہوش پڑے رہے۔ شام کو جب ہوش آیا تو پہلا سوال یہ کیا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟"

ان کی والدہ نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ حضرت اَبُوبکرؓ نے کہا:

"جائیے، بہن سے پوچھ کر آئیے۔"

حضرت اَبُوبکرؓ کی بہن اس وقت مسلمان ہو چکی تھیں مگر انھوں نے کسی کو بتایا نہیں تھا، ان کی والدہ تک کو معلوم

نہیں تھا۔ ان کی والدہ نے جاکر جب ان سے پوچھا تو وہ خود حضرت ابوبکرؓ کے پاس آگئیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان سے وہی سوال کیا:

"رسول اللہؐ کا کیا حال ہے؟"

انھوں نے بتایا، "حضورؐ بالکل خیریت سے ہیں۔"

حضرت ابوبکرؓ نے کہا:

واللہ، میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا، نہ پیوں گا جب تک حضورؐ کو نہ دیکھ لوں۔"

ان کی بہن نے ان سے کہا:

"ذرا ٹھہر جائیے۔"

پھر جب کچھ وقت گزر گیا تو وہ اور ان کی والدہ حضرت ابوبکرؓ کو سہارا دے کر حضورؐ کے پاس دارِ ارقمؓ میں لے گئیں۔

حضرت ابوبکرؓ کا حال دیکھ رسول اللہؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپؐ نے جھک کر انھیں چوم لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا:

"میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! یہ میری ماں اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہیں۔ آپ صاحب برکت ہیں۔ ان کو اللہ کی طرف دعوت دیجیے اور دعا فرمائیے کہ اللہ ان کو دوزخ کی آگ سے بچالے۔"

حضورؐ نے ان کے لیے دعا کی اور انھیں اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہوگئیں۔

جنگِ بدر، مسلمانوں کی کافروں سے پہلی جنگ تھی۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب اس جنگ کے لیے مدینے سے نکلے تو مسلمانوں کا بُرا حال تھا۔ ابھی ہجرت کو دو سال ہوئے تھے اور وہ تنگ دستی کی حالت میں تھے۔ سارے لشکر میں دو گھوڑے اور چار اونٹ تھے جن پر لوگ باری باری سوار ہوتے۔ یہی حال سامانِ جنگ کا تھا۔

جب اللہ کے رسولؐ بدر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش کا بھاری لشکر مکّے سے آپہنچا ہے۔ یہ خبر سُن کر حضورؐ نے اپنے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔

حضورؐ کے ایک صحابی، حضرت مِقدادؓ بن عَمروؓ کھڑے ہوگئے اور عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! آپؐ ہمیں جہاں چلنے کا حکم دیں گے، ہم آپؐ کے ساتھ ہوں گے۔ ہم آپؐ کے ساتھ لڑیں گے۔ اللہ کی قسم! اگر آپؐ ہمیں زمین کے کناروں تک بھی چلنے کو کہیں گے تو ہم ہرگز انکار نہیں کریں گے اور جس مقصد کے لیے آپؐ ہمیں لے جائیں گے ہم اسے پورا کرکے چھوڑیں گے۔"

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے بھی اسی طرح اپنی جاں نثاری کا اظہار کیا۔ حضورؐ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا، لیکن آپؐ نے پھر وہی سوال دُہرایا:

لوگو، مجھے مشورہ دو، ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"
در حقیقت آپؐ یہ سوال انصار سے کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے لشکر میں اُن ہی کی تعداد زیادہ تھی۔ لیکن جب ان کے نمائندوں نے مکّے آکر حضورؐ سے بیعت کی تھی اور اسلام قبول کیا تھا تو انھوں نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر مدینے میں حضورؐ کے خلاف کوئی حملہ ہوا تو انصار حضورؐ کی حفاظت کریں گے اور کافروں سے لڑیں گے۔ اب جب حضورؐ مدینے سے باہر نکل کر کافروں سے لڑنے آئے تھے تو آپؐ کو یہ خیال ہوا کہ کہیں انصار یہ نہ کہیں کہ وہ صرف مدینے ہی میں رسول اللہؐ کی حفاظت کے ذمّے دار ہیں، باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے پابند نہیں۔

انصار سمجھ گئے کہ حضورؐ ان کی رائے معلوم کرنا چاہ رہے ہیں۔ چناں چہ ان کے ایک سردار حضرت سَعد بن مُعاذؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! شاید آپؐ کی مُراد انصار سے ہے۔"

حضورؐ نے فرمایا: "ہاں۔"

سَعدؓ نے کہا:

"یا رسول اللہؐ! ہم آپؐ پر ایمان لائے، آپؐ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ آپؐ جو لائے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ ہم نے آپؐ سے وعدہ کیا ہے کہ آپؐ کا ہر حکم مانیں گے اور آپؐ کی اطاعت کریں گے۔ اس لیے اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ جہاں جائیں گے، ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم، اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں تو ہم بلا جھجک اس میں کود پڑیں گے اور ہمارا کوئی آدمی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم دشمن سے نہیں ڈرتے۔ آپؐ انشاء اللہ ہمیں لڑائی میں ثابت قدم پائیں گے۔"

رسول اللہؐ کا چہرہ یہ تقریر سُن کر چمک اُٹھا اور آپؐ نے خوش ہو کر فرمایا:

"تو پھر اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو، کیوں کہ اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ہمیں کافروں پر ضرور غلبہ عطا کرے گا۔ اللہ کی قسم، میں گویا وہ جگہیں دیکھ رہا ہوں جہاں دشمن کے آدمی قتل ہوہو کر گریں گے۔"

ہم رسول اللہؐ کی بخشش پر راضی ہیں

قبیلہ ہُوازن نے مسلمانوں کے خلاف کئی بار کافروں کا ساتھ دیا تھا۔ مکّے کی فتح کے بعد اس قبیلے کے سردار نے مسلمانوں کے خلاف ایک بڑا لشکر جمع کرنا شروع کردیا اور کئی دوسرے قبیلوں کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔

جب حضورؐ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے بھی روانگی کا ارادہ کرلیا اور بارہ ہزار کا لشکر لےکر مکّے سے نکلے۔ حُنین کی وادی میں اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ ہوا۔ کافروں کو شکست ہوئی۔

اس جنگ میں بہت سا مالِ غنیمت اور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ مالِ غنیمت میں چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ بکریاں شامل تھیں۔

اس مالِ غنیمت سے جو ہوازن سے حاصل ہوا تھا، رسول اللہؐ نے مکّے کے مسلمانوں کو ان کی دل جوئی کے لیے زیادہ حصّہ دیا۔ قریش کے سرداروں کو سو سو اونٹ دیے، بعض کو کم بھی دیے مگر انصار کو کچھ نہ دیا۔ اس پر انصار کو رنج ہوا اور بعض نوجوانوں نے تو کہہ بھی دیا کہ رسول اللہؐ نے

قریش کو انعام دیا اور ہمیں محروم رکھا، حال آنکہ ہم نے جہاد میں بھرپور حصّہ لیا۔

انصار کے ایک سردار، حضرت سَعد بن عُبادہؓ، حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، "یا رسول اللہؐ! لوگ ایسا کہہ رہے ہیں۔"

حضورؐ نے کہا: "سَعد! کیا تم بھی؟"

سعدؓ نے صاف صاف کہا، "حضورؐ! میں بھی اپنی قوم کا ایک فرد ہوں۔"

حضورؐ نے فرمایا، "اچھا، تم تمام انصار کو ایک جگہ جمع کرو۔"

سَعدؓ گئے اور انھوں نے تمام انصار کو ایک جگہ جمع کیا اور رسول اللہؐ کی خدمت میں آکر عرض کردیا کہ حضورؐ کے حکم کی تعمیل ہوگئی ہے۔ حضورؐ اس جگہ تشریف لے گئے اور فرمایا:

"اے انصار! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگوں کے دل میں میری طرف سے اس قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ میں تمھارے پاس اس وقت آیا جب تم گم راہ تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمھیں سیدھا راستہ دِکھایا۔ تم غریب تھے، اللہ نے میرے ذریعہ سے تمھیں دولت دی۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، اللہ نے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق پیدا کیا۔"

انصار نے جواب دیا:

"بے شک، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے ہم پر بڑا احسان اور فضل کیا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم مجھ کو یہ جواب دو تو دے سکتے ہو کہ:

'اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم)، جب دوسرے لوگوں نے تمھیں جھٹلایا تو ہم نے تمھاری تصدیق کی۔ جب دوسرے لوگوں نے تمھیں نکال دیا تو ہم نے تمھیں جگہ دی۔ جب تم رنجیدہ تھے تو ہم نے تمھاری دل جوئی کی۔'

اے انصار! اگر تم یہ جواب دیتے جاؤ گے تو میں یہ کہتا جاؤں گا کہ تم سچ کہتے ہو۔ لیکن کیا اس معمولی سے ساز و سامان کے نہ دینے سے تمھارے دل میں ایسے خیالات آئے؟ یہ مالِ غنیمت میں نے ان لوگوں کو دیا ہے جن کو میں اسلام کی طرف مائل کرنا چاہتا ہوں اور تم کو میں نے تمھارے اسلام کے سپرد کیا ہے۔

اے انصار! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ کوئی اونٹ لے جاتے اور کوئی بکری اور تم رسول اللہؐ کو ساتھ لے کر گھر جاؤ؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی میں سے ایک شخص ہوتا۔ اگر تمام لوگ ایک راستے پر چلیں اور انصار دوسرے راستے پر، تو میں انصار ہی کا راستہ اختیار کروں گا۔

اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور انصار کے بیٹوں اور

بیٹیوں پر بھی رحم فرما۔"
حضورؐ کی اس تقریر کو سُن کر انصاداس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں بھیگ گئیں اور ان سب نے ایک زبان ہوکر کہا:
" ہم رسول اللہؐ کی بخشش اور تقسیم پر دل و جان سے راضی ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اپنے غریب اور مخلص صحابہؓ سے کس درجہ محبت کرتے تھے اور ان کا کتنا خیال رکھتے تھے، اس کا اندازہ حضرت عبد اللہؓ کے واقعے سے لگایا جاسکتا ہے۔

عبد اللہؓ کا نام عبد العُزّیٰ تھا۔ وہ چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ چچا نے ان کی پرورش اپنے ذمّے لے لی۔ بڑے ہوتے تو چچا نے اونٹ اور بکریاں ان کو دے دیں اور ان کی حیثیت اچھی ہوگئی۔

یہ اسلام کا ابتدائی زمانہ تھا۔ حضورؐ مکّے میں توحید کا پیغام پہنچا رہے تھے۔ عبد اللہؓ کے کان میں بھی یہ آواز پڑی۔ سمجھ دار اور ہوشیار تھے، طبعیت اس طرف مائل ہوئی، دل نے گواہی دی کہ یہ سچّی بات ہے۔ بُت پرستی سے نفرت اور اسلام سے محبت پیدا ہوئی۔ چچا کے زیر سایہ تھے، وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ ڈرتے تھے کہ اگر ان کو پتا چلے گا تو ناراض ہوں گے۔ چناں چہ دل کی بات دل میں رکھی۔

اس طرح کئی سال گزر گئے۔ حضورؐ ہجرت کرکے مدینے

چلے گئے۔ عبد اللہؓ انتظار کرتے رہے۔ جب بہت بے چین ہوئے تو فیصلہ کرلیا کہ اب جو کچھ بھی ہو اپنے اسلام لانے کا اظہار کردیں گے۔ چچا کے پاس گئے اور کہنے لگے:

"چچا جان! مجھے انتظار کرتے ہوئے برسوں گزر گئے ہیں کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی روشنی پھوٹے اور کب آپ مسلمان ہوں۔ لیکن آپ کا حال وہی ہے۔ میں اب زیادہ انتظار نہیں کرسکتا، زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ مجھے اجازت دیجیے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔"

چچا یہ سُن کر غصّے میں آگئے اور کہنے لگے: "اگر تم نے محمدؐ کا دین قبول کیا تو میں تم سے سب کچھ چھین لوں گا۔ تمھارے بدن پر یہ کپڑے بھی نہیں رہنے دوں گا۔"

عبد اللہؓ نے جواب دیا: "چچا جان! میں شرک اور بُت پرستی سے بے زار ہوں۔ اللہ ایک ہے اور وہی بندگی کے لائق ہے۔ میں نے طے کرلیا ہے کہ میں رسول اللہؐ کی پیروی کروں گا۔ آپ جو چاہے کیجیے۔ یہ مال و دولت جو میرے پاس ہے سب لے لیجیے۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک روز یہیں چھوڑ جانا ہے۔ میں ان چیزوں کے لیے سچّا دین نہیں چھوڑ سکتا۔"

عبد اللہؓ نے یہ کہہ کر اپنا سب مال اسباب چچا کے حوالے کیا۔ اپنے کپڑے تک اتار کر دے دیئے اور اسی حالت میں اپنی ماں کے پاس پہنچ گئے۔

ماں نے بیٹے کو اس حال میں دیکھا تو حیران رہ گئیں۔

پوچھا، "یہ کیا ہوا؟"

عبد اللہؓ نے جواب دیا، "امّی جان! میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ چچا نے سب کچھ لے لیا ہے۔ مجھے بدن ڈھانکنے کے لیے کچھ دیجیے۔"

ماں نے ایک کمبل بیٹے کے بدن پر ڈال دیا۔ عبد اللہؓ نے کمبل کے دو ٹکڑے کیے۔ ایک کا تہ بند بنالیا اور دوسرا چادر کی طرح اوڑھ لیا۔ اس کے بعد وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے مدینے روانہ ہو گئے۔

عبد اللہؓ راستے کی سختیاں برداشت کرتے ہوئے جب مدینے پہنچے تو صبح ہونے والی تھی۔ وہ مسجد نبوی پہنچ کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ نماز کے بعد حضورؐ کی نگاہ ان پر پڑی تو آپؐ نے پوچھا، "تم کون ہو؟"

انھوں نے جواب دیا، "میرا نام عبد العُزّیٰ ہے۔ فقیر اور مسافر ہوں۔ آپؐ سے ملنے اور اسلام قبول کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔"

حضورؐ نے فرمایا، "تمھارا نام اب عبد اللہ ہے اور ذوالبجادین لقب۔ (یعنی دو چادروں والے) تم ہمارے پاس ہی ٹھیرو اور مسجد میں رہا کرو۔"

حضورؐ کا ارشاد سن کر عبد اللہؓ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

عبد اللہؓ اسی دن سے مسجدِ نبوی میں اس چبوترے پر رہنے لگے جہاں دین کا علم سیکھنے والے رہتے تھے۔ وہ اپنا

گھر بار چھوڑ کر یہاں آئے تھے اور ہر طرح کی تکلیفیں برداشت کرکے حضورؐ سے دین سیکھنے کے لیے یہاں رہتے تھے۔ ان کو اصحابِ صُفّہ کہا جاتا ہے۔

ایک بار عبد اللہؓ بڑے جوش میں اونچی آواز سے قرآن پڑھ رہے تھے کہ حضرت عمرؓ کہنے لگے:

"یہ اتنی اونچی آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں۔ اس سے دوسروں کے قرآن پڑھنے میں ہرج ہوتا ہے۔"

حضورؐ نے یہ سنا تو فرمایا:

"اے عمرؓ! اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے سب کچھ چھوڑ کر آیا ہے۔"

حضرت عبد اللہؓ کو حضورؐ سے بہت محبت تھی۔ یہ ان کی خوش نصیبی تھی کہ وہ حضورؐ کے اتنے قریب تھے۔ حضورؐ بھی ان پر بہت شفقت کرتے تھے۔

۹ ہجری میں جب رسول اللہؐ غزوۂ تبوک کے لیے مدینے سے مسلمانوں کا لشکر لے کر نکلے تو عبد اللہؓ بھی ساتھ تھے۔ شہادت کی تمنّا دل میں تھی۔ راستے میں حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا، "یا رسول اللہؐ! میرے لیے دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے شہادت نصیب کرے۔"

حضورؐ نے فرمایا:

"جاؤ، کسی درخت کی چھال اُتار لاؤ۔"

جب وہ چھال اُتار کر لائے تو حضورؐ نے وہ چھال ان کے باندھ دی اور فرمایا، "اے اللہ! میں عبد اللہ کا خون

کافروں پر حرام کرتا ہوں۔"

حضرت عبد اللہؓ نے حیران ہوکر عرض کیا، "یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، میں شہادت کا آرزو مند ہوں اور آپؐ میرا خون کافروں پر حرام کر رہے ہیں۔"

حضورؐ نے فرمایا، "جب تم اللہ کی راہ میں کافروں سے لڑنے کو نکلے ہو تو اگر لڑائی سے پہلے تمھیں بخار آجائے اور اس حالت میں تم مرجاؤ تو بھی شہید ہوگے۔"

اللہ کی شان کہ جب اسلامی لشکر تبوک پہنچا تو حضرت عبد اللہؓ کو بخار ہوگیا اور اسی بخار میں ان کا انتقال ہوگیا۔ جب اُن کو دفن کیا جانے لگا تو رات ہونے لگی تھی۔ حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے انھیں قبر میں اُتارا۔ حضورؐ بھی ان کی قبر میں اُترے، آپؐ فرماتے جاتے تھے:

"اپنے بھائی کو ادب کے ساتھ قبر میں اُتارو۔"

پھر آپؐ نے حضرت عبد اللہؓ کی قبر پر اپنے ہاتھ سے اینٹیں رکھیں اور ان کی مغفرت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا:

"اے اللہ! میں عبد اللہ سے راضی تھا، تو بھی راضی ہوجا۔"

حضورؐ کے صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ یہ دعا سُن کر میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش عبد اللہؓ کی جگہ میری موت آئی ہوتی اور حضورؐ میرے بارے میں یہ الفاظ کہتے۔

ابُوہُریرہ کی بھوک

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بھوک سے بے قرار ہوکر راستے میں آ بیٹھے۔ غیرت کی وجہ سے سوال تو نہ کرسکتے تھے، سوچا کہ اگر کسی نے مجھے بھوکا سمجھ کر کھلا دیا تو کھالوں گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اُدھر سے گزرے۔ علیک سلیک بھی ہوئی، مگر وہ کچھ بولے نہیں اور نکلے چلے گئے۔ پھر حضرت عمرؓ گزرے۔ انھوں نے حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھا مگر انھوں نے بھی کچھ نہ پوچھا۔

اتنے میں رسول اللہؐ تشریف لائے۔ آپؐ نے ابوہریرہؓ کو دیکھا اور ان کو اپنے ساتھ لے آئے۔ گھر میں دودھ کا ایک پیالہ کہیں سے ہدیے میں آیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا:

"ابوہریرہ! جاؤ اصحابِ صُفّہ کو بلا لاؤ۔"

حضرت ابوہریرہؓ سوچنے لگے کہ تھوڑا سا دودھ ہے، اصحابِ صُفّہ آئیں گے تو کیا ہوگا۔ اگر حضورؐ یہ دودھ کا پیالہ مجھے ہی دے دیتے تو اچھا ہوتا۔ لیکن حضورؐ کا حکم تھا فوراً اٹھے اور جاکر اصحابِ صُفّہ کو بُلا لائے۔

سب بیٹھ گئے تو حضورؐ نے فرمایا:

"ان کو دودھ پلاؤ۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے دودھ پلانا شروع کیا۔ اسی پیالے سے سب دودھ پینے لگے یہاں تک کہ سب کا پیٹ بھر گیا۔

جب سب پی چکے تو حضورؐ نے پیالے پر ہاتھ رکھا اور مسکرا کر حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا:

"اب ہم اور تم باقی ہیں۔ بیٹھو اور پیو۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے پیالے سے دودھ پیا۔

حضورؐ نے فرمایا:

"ابوہریرہ! اور پیو۔"

حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا:

"بس یا رسول اللہؐ! میں خوب سیر ہوگیا۔"

اس کے بعد حضورؐ نے بسم اللہ کہہ کر باقی دودھ پی لیا۔

ایک بدّو رسولُ اللہؐ کے پاس آیا، ایمان لایا اور کہنے لگا:

"یا رسول اللہؐ! میں آپؐ کے ساتھ رہوں گا اور آپ کے ساتھ ہجرت کروں گا۔"

آپؐ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ اس بدّو کا خیال رکھنا۔

خیبر کی جنگ ہوئی۔ مسلمان کام یاب ہوئے۔ جب مالِ غنیمت کی تقسیم ہوئی تو حضورؐ نے اس عرب بدّو کا بھی حصہ لگایا۔ یہ بدّو مسلمانوں کے جانور چرایا کرتا تھا جب وہ جانور چَرا کر شام کو واپس آیا تو اس کا حصّہ اسے دیا گیا۔ اس نے یہ مال دیکھا تو پوچھا:

"یہ کیا ہے؟"

صحابہ نے بتایا:

"رسول اللہؐ نے مالِ غنیمت میں سے یہ حصہ تمھارے لیے رکھا ہے۔"

اس نے یہ سُن کر کہا:

"میں تو رسول اللہؐ کے ساتھ اس کے لیے نہیں ہوا تھا۔ میں تو آپؐ کے ساتھ اس لیے ہوا تھا کہ میرے

حلق میں تیر لگے اور میں جنّت میں جا سکوں۔"

حضورؐ نے سنا تو فرمایا:

"اگر اللہ سے تیرا معاملہ سچا ہے تو اللہ تیری یہ آرزو بھی پوری کرے گا۔"

جب جنگ ہوئی اور رسول اللہؐ میدان جنگ سے گزرے تو اس بدّو کو شہید پایا۔ حضورؐ نے پوچھا:

"کیا یہ وہی اعرابی ہے؟"

لوگوں نے جواب دیا:

"جی ہاں، یا رسول اللہؐ!"

حضورؐ نے فرمایا:

"اس شخص کا معاملہ اللہ سے سچّا تھا، اللہ نے بھی اس کو سچّا کردیا۔"

ابوذر غفاریؓ

ابوذر غفاریؓ کو جب یہ خبر ملی کہ مکّے میں ایک صاحب ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں، اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اچھے اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں تو پہلے انھوں نے اپنے بھائی کو تحقیق کے لیے بھیجا اور پھر خود مکّے روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچے تو لوگوں کو حضورؐ کا سخت مخالف پایا۔

وہ خاموشی سے مسجدِ حرام میں رسولُ اللہؐ کو تلاش کرنے لگے۔ چوں کہ آپؐ کو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے پوچھنا بھی نہ چاہتے تھے؛ اس لیے مل نہ سکے۔ حضرت علیؓ نے انھیں دیکھا تو سمجھا کہ کوئی مسافر ہیں۔ تیسرے دن حضرت علیؓ نے انھیں پھر دیکھا تو پوچھا کہ وہ کون ہیں اور کس کام سے آئے ہیں؟

ابوذر غفاریؓ نے حضرت علیؓ کو اپنے مکّے آنے کا مقصد بتایا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ وہ انھیں حضورؐ کے پاس لے چلیں گے۔ دوسرے دن صبح حضرت علیؓ خاموشی کے ساتھ ان کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ ابوذر غفاریؓ نے

حضورؐ سے اللہ کا کلام سنا اور اسی وقت مسلمان ہوگئے۔
حضورؐ نے ان سے کہا کہ وہ اپنی قوم میں واپس جائیں اور لوگوں کو دینِ اسلام کے بارے میں بتائیں۔
اُبوذر غفاریؓ نے کہا:
"جس اللہ نے آپؐ کو بھیجا ہے اُس کی قسم، میں مکّے کے لوگوں کو یہ بتاکر جاؤں گا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔"
چناں چہ وہ مسجد حرام میں پہنچے اور بلند آواز سے کلمہ پڑھنے لگے۔ ان کے کلمہ پڑھتے ہی کافر ان پر ٹوٹ پڑے اور انھیں مارنے لگے۔ حضرت عباسؓ نے دیکھا تو وہ لپک کر آئے اور ان کو کافروں سے بچایا کہ یہ غفاری ہیں اور تمھارے تجارتی قافلے قبیلہ غفار کے راستے آتے جاتے ہیں۔ اگر تم نے ان کے ساتھ بدسلوکی کی تو تجارت بند ہوجائے گی اور بھوکے مروگے۔ دوسرے دن اُبوذر غفاریؓ نے پھر ایسا ہی کیا۔ کافروں نے انھیں پھر مارا اور حضرت عباسؓ نے پھر آکر انھیں بچایا۔
حضرت اُبوذر غفاریؓ اپنے گھر واپس آئے اور اپنے بھائی اور ماں کو بتایا کہ وہ مسلمان ہوگئے ہیں۔ وہ دونوں بھی اسلام لے آئے۔

حضورؐ شمع ہیں، صحابہ پروانے

ذی قعدہ ۶ ہجری میں رسول اللہؐ نے خواب میں دیکھا کہ آپؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ نبیوں کا خواب بھی ایک طرح کی وحی ہوتی ہے۔ حضورؐ نے اسے اللہ کی طرف سے اشارہ سمجھ کر عُمرے کی تیاری شروع کردی اور عمرے کا احرام باندھ کر اور قربانی کے جانور ساتھ لے کر چودہ سو صحابہ کے ساتھ مکّے کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب حضورؐ مکّے کے قریب پہنچے تو قریش کو لڑائی کے لیے تیار پایا۔ آپؐ اس خیال سے کوئی لڑائی جھگڑا نہ ہو حُدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر ٹھیر گئے۔

قریش کو اطلاع ہوئی تو اُنھوں نے خُزاعہ کے سردار بُدیل بن ورقہ کو یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ حضورؐ کس مقصد سے آئے ہیں۔ آپؐ نے اُسے بتادیا کہ آپؐ اللہ کے گھر کی زیارت اور عمرہ کرنے آئے ہیں، اور کوئی مقصد نہیں ہے۔

بُدیل نے یہی بات واپس جاکر قریش کو بتادی۔ قریش مطمئن نہ ہوئے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہم ہرگز اس کی اجازت

نہیں دیں گے کہ مسلمان زیارت اور عمرے کے بہانے آئیں اور ہمارے شہر کو فتح کرلیں۔
انھوں نے پھر حلیس بن علقمہ کو رسول اللہؐ کے پاس بھیجا۔ حلیس نے جب یہ دیکھا کہ مسلمان احرام باندھے ہوتے ہیں اور قربانی کے اونٹ ساتھ ہیں تو چُپ چاپ واپس جاکر قریش سے کہنے لگا کہ مسلمان قربانی کے اونٹ لے کر عمرہ کرنے آتے ہیں، انھیں روکنا مناسب نہیں۔ قریش نے اس کی بات بھی نہ مانی۔
اس کے بعد قریش نے عُروہ بن مسعود کو مسلمانوں کی آمد کا مقصد معلوم کرنے اور ان کی طاقت کا اندازہ لگانے کے لیے بھیجا۔ اس نے آکر رسول اللہؐ سے سوال کیا کہ آپؐ کس ارادے سے آتے ہیں؟ حضورؐ نے وہی جواب دیا جو وہ اس سے پہلے دے چکے تھے۔
عُروہ جب حضورؐ کے پاس سے واپس گئے تو قریش سے کہنے لگے:
"لوگو! میں نے بہت دنیا دیکھی ہے۔ قیصر و کسریٰ کے درباروں میں گیا ہوں، نجاشی کا دربار بھی دیکھا ہے، مگر جو شان میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی دیکھی ہے وہ کسی کی نہیں دیکھی۔ میں نے ان کے ساتھیوں کو جیسی عزت ان کی کرتے دیکھا ہے ویسی کسی اور کی نہیں دیکھی۔ وہ ان کے وضو کے پانی کو زمین پر گرنے نہیں دیتے۔ ان کے سامنے اونچی آواز سے نہیں بولتے۔ جب محمدؐ بولتے ہیں تو نہایت ادب اور خاموشی سے ان کی بات سنتے ہیں۔ ان کی نظریں نیچی رہتی

ہیں۔ وہ ادب سے سر نہیں اُٹھاتے۔

اے اہلِ قریش! تمھارے لیے یہی بہتر ہے کہ ان سے نہ اُلجھو اور جس ارادے سے وہ آئے ہیں، وہ ان کو پورا کرنے دو۔"
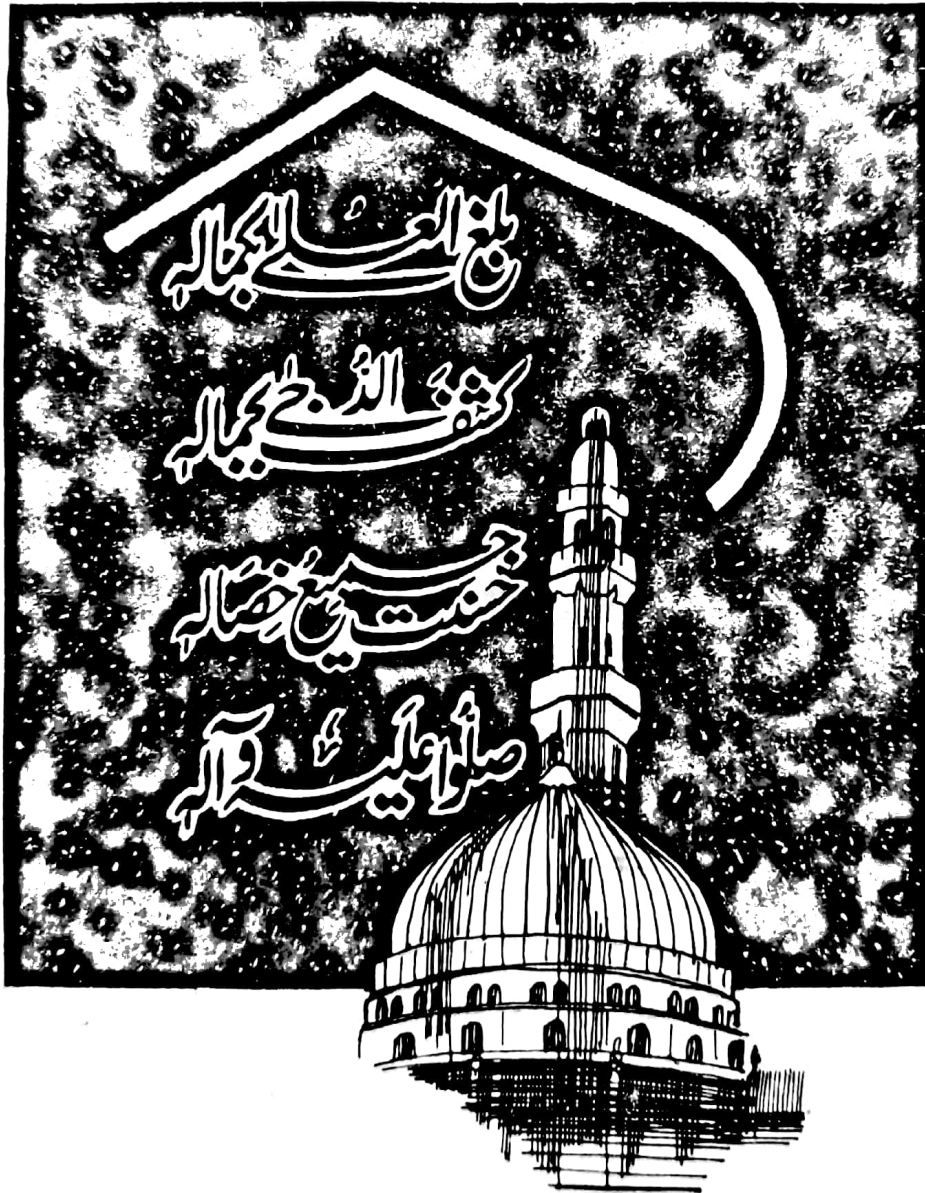
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جب کسی کے گھر جاتے تو دروازے کے ایک طرف کھڑے ہوکر اندر آنے کی اجازت چاہتے۔ آپؐ گھر کے دروازے کے بالکل سامنے اس لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ اُس وقت تک گھروں کے دروازوں پر پردہ ڈالنے کا رواج نہیں تھا۔ اگر آواز دینے پر گھر میں سے جواب نہ آتا تو حضورؐ واپس چلے آتے۔

ایک مرتبہ آپؐ حضرت سَعد بن عبادہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور عادت کے مطابق دروازے کے ایک طرف کھڑے ہوکر اندر آنے کے لیے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہا۔

سَعدؓ گھر میں موجود تھے۔ انھوں نے حضورؐ کی آواز سنی اور اتنی آہستہ سے سلام کا جواب دیا کہ حضورؐ نے نہیں سنا۔

سعدؓ کے بیٹے قیسؓ نے باپ سے کہا:

"ابّا جان! رسول اللہؐ تشریف لائے ہیں، آپ حضورؐ کو اندر آنے کے لیے کیوں نہیں کہتے؟"

حضرت سَعدؓ نے بیٹے سے کہا:

"چُپ رہو، رسول اللہؐ بار بار سلام کریں گے اور آپؐ

کا سلام کرنا ہمارے لیے بڑی برکت کا باعث ہو گا۔"

حضورؐ نے جب گھر کے اندر سے کوئی جواب نہیں سنا تو دوبارہ "السلام علیکم" کہا۔ سعدؓ نے اس مرتبہ بھی آہستہ سے سلام کا جواب دیا۔

حضورؐ نے تیسری مرتبہ پھر "السلام علیکم" کہہ کر اندر آنے کے لیے فرمایا اور جب اس مرتبہ بھی کوئی جواب نہ ملا تو آپؐ واپس لوٹنے لگے۔ حضرت سعدؓ نے آپؐ کو جاتے دیکھا تو دوڑ کر حضورؐ کے پاس گئے اور عرض کیا:

" یا رسول اللہ! میں آپؐ کا سلام سن رہا تھا لیکن آہستہ آہستہ جواب دیتا تھا تاکہ آپؐ بار بار مجھ پر سلامتی بھیجیں۔"

رسول اللہؐ کے ایک صحابی تھے، خالد بن سعیدؓ۔ انھیں جب معلوم ہوا کہ اُن کے باپ کو اُن کے مسلمان ہونے کا پتا چل گیا ہے تو وہ اُن کے ڈر سے چھُپ گئے۔ مگر ان کے باپ نے انھیں ڈھونڈ لیا اور پکڑواکر بُلالیا۔ جب وہ آئے تو پہلے تو ان کو خوب ڈانٹا، پھٹکارا اور پھر ایک لکڑی لے کر مارنا شروع کردیا۔ اتنا مارا کہ لکڑی ٹوٹ گئی۔ پھر کہنے لگے:

"تو نے محمدؐ کی پیروی کرلی ہے۔ تو دیکھتا نہیں کہ وہ ہمارے دین کو بُرا کہتے ہیں اور ہمارے بزرگوں کو گم راہ قرار دیتے ہیں۔"

خالدؓ نے جواب دیا:

"اللہ کی قسم، وہ سچے ہیں۔ میں ان کا فرماں بردار ہوں۔"

خالدؓ کے باپ نے انھیں پھر مارا اور یہ کہتے ہوتے گھر سے نکال دیا۔

"جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔ میرے گھر میں تجھے کھانے کو نہیں ملے گا۔"

انھوں نے کہا:

"کوئی غم نہیں، مجھے رزق دینے والا تو اللہ ہے۔"

پھر وہ حضورؐ کے پاس آتے اور وہیں رہنے لگے۔

ایک روز وہ مکّے کے باہر کسی سنسان جگہ نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی نے انھیں دیکھ لیا اور ان کے باپ کو جاکر خبر کی۔ باپ نے انھیں بلواکر پھر کہا:

"محمدؐ کا دین چھوڑ دے۔"

خالدؓ نے جواب دیا:

"ہرگز نہیں، میں اب یہ دین مرتے دم تک نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ جواب سُن کر باپ نے پھر ان کی پٹائی شروع کردی۔ پھر انھیں گھر میں قید کردیا اور تین دن تک بھوکا پیاسا رکھا۔ مکّے کی سخت گرمی میں وہ بھوک پیاس کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔ پھر موقع پاکر گھر سے نکل بھاگے۔ کچھ دن اِدھر اُدھر چھپتے پھرتے رہے پھر جب مہاجرین کا پہلا قافلہ حبشہ کی طرف روانہ ہوا تو اس کے ساتھ چلے گئے۔

مکّے کے بزرگ لوگوں میں ایک شخص تھا جس کا نام حُصین تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا سخت دشمن تھا۔ ایک دفعہ وہ دل میں ایک بُرا ارادہ لے کر حضورؐ کی مجلس میں آیا۔

حُصین کے بیٹے عمران جو مسلمان ہوچکے تھے اُس وقت اس مجلس میں موجود تھے اور حضورؐ کے قریب بیٹھے تھے۔ عمران نے اپنے باپ کو آتے دیکھا تو نہ وہ اُن کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے اور نہ اُن سے کوئی بات کی، بلکہ ایسے ہوگئے جیسے وہ حُصین کو پہچانتے ہی نہ ہوں۔ حُصین چُپ چاپ آکر بیٹھ گئے۔ رسول اللہؐ یہ جانتے تھے کہ یہ شخص آپؐ کا دشمن ہے اور نقصان پہنچانے کی نیت سے آیا ہے، مگر آپؐ نے ان کی طرف توجہ فرمائی۔ ان کو بٹھایا، پھر ان کو ایمان لانے کی دعوت دی اور قرآنِ پاک کی چند آیتیں ان کو سنائیں۔

حصین خاموشی سے سنتے رہے ان کے دل پر اللہ کے رسولؐ کے اخلاق، آپؐ کی باتوں اور قرآنِ پاک کی آیتوں کا ایسا اثر ہوا کہ اچانک بول اُٹھے:

"آپؐ اللہ کے سچّے نبی ہیں اور آپؐ جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے۔" پھر اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔

جونہی حُصین کے منھ سے یہ الفاظ نکلے، عمران بڑے ادب سے کھڑے ہوگئے۔ آگے بڑھ کر اپنے باپ سے لپٹ گئے، ان کے سر کو چوما اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔

حضورؐ نے جب یہ منظر دیکھا تو آپؐ رو پڑے۔
آپؐ کے صحابہؓ نے جو اس مجلس میں موجود تھے، حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو بے چین ہوگئے، پوچھنے لگے:
"یا رسول اللہؐ! آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟"
حضورؐ نے فرمایا:
"عمران کے باپ کافر تھے اور جب وہ اس حالت میں ان کے سامنے آئے تو وہ نہ اُن کی تعظیم کے لیے اٹھے اور نہ اُن کی طرف دیکھا، لیکن جب وہ اسلام لے آئے تو اُنھوں نے باپ کے ساتھ وہ سلوک کیا جو اُن کا حق تھا۔ یہ دیکھ کر مجھ پر رقّت طاری ہوگئی۔"
جب حُصین حضورؐ سے اجازت لے کر جانے لگے تو آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا:
"جاؤ! حُصین کو اُن کے گھر تک چھوڑ آؤ۔"

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔

(النساء: ۸۰)

خالدؓ اور یاسرؓ

صحابہؓ کے لیے سب سے بڑی دولت رسول اللہؐ کی اطاعت اور آپؐ کی خوش نودی تھی، اس لیے وہ اپنے جذبات کو بھی آپؐ کی خواہش پر قربان کردیتے تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ مزاج کے تیز تھے، لیکن حضورؐ کے حکم کے سامنے ان کے مزاج کی تیزی نرمی میں بدل جاتی تھی۔ ایک مرتبہ ان میں اور حضرت عمار بن یاسرؓ میں کسی معاملے پر بحث ہوگئی۔ بحث اتنی بڑھی کہ سخت کلامی ہونے لگی۔ حضرت عمارؓ حضورؐ کے ان صحابہ میں سے تھے جو اسلام کے ابتدائی دنوں میں ایمان لائے۔ انھوں نے دین کی خاطر بڑی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں۔ ہجرت کے بعد ہر غزوہ میں حضورؐ کے ساتھ رہے اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ انھوں نے رسولُ اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت خالدؓ کی شکایت کی۔ اسی وقت حضرت خالدؓ بھی آگئے۔ وہ شکایت سُن کر سخت غصّے میں آگئے اور حضرت عمارؓ کو بُرا بھلا کہنے لگے۔

حضورؐ خاموش تھے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہنے لگے:

"حضورؐ! آپؐ دیکھ رہے ہیں کہ خالد میرے ساتھ کتنی زیادتی کر رہے ہیں؟"

حضورؐ نے سر اُٹھا کر فرمایا:

"جو شخص عمار سے بغض رکھتا ہے، وہ اللہ سے بغض رکھتا ہے۔"

خالدؓ حضورؐ کا یہ ارشاد سنتے ہی شرمندہ ہو گئے اور فوراً اُٹھ کر حضرت عمارؓ کو منانے لگے۔ وہ کہتے تھے:

"جب میں حضورؐ کے پاس سے اُٹھ کر آیا تو عمارؓ کی رضا جوئی سے بڑھ کر مجھے اور کوئی چیز عزیز نہ تھی۔"

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
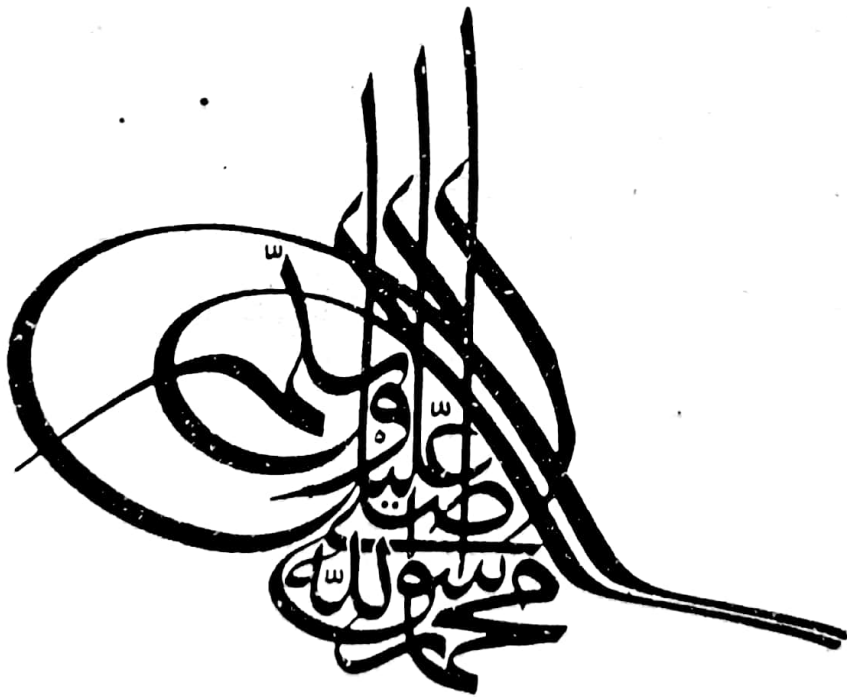
خوب صورت چادر

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور ایک چادر حضورؐ کو پیش کی جس کا کنارا بہت خوب صورت بنا ہوا تھا۔

عورت نے عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بُنا ہے اور اسے خود لے کر آئی ہوں کہ آپؐ کو پہناؤں۔"

حضورؐ معمولی چیز بھی جو آپؐ کو ہدیئے کے طور پر پیش کی جاتی تھی، قبول فرما لیتے تھے۔ آپؐ کو اس وقت چادر کی ضرورت بھی تھی۔ آپؐ نے وہ چادر لے لی اور اس کو پہن کر باہر تشریف لائے۔

ایک صاحب نے چادر کو دیکھ کر بہت تعریف کی اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ! یہ چادر مجھے عطا فرمائیے۔"

حضورؐ نے وہ چادر اسی وقت اتار کر ان صاحب کو دے دی۔

صحابہؓ نے جو یہ دیکھا تو اُن صاحب سے کہا: "تم نے

یہ اچھا نہ کیا۔ حضورؐ کو اس چادر کی ضرورت تھی، آپؐ نے اُسے پسند فرمایا تھا اور پہن لیا تھا۔ اب تم نے اسے مانگ لیا حال آنکہ تمھیں معلوم تھا کہ حضورؐ کبھی انکار نہیں فرماتے۔"

ان صاحب نے جواب دیا:

"واللہ، میں نے یہ چادر حضورؐ سے اس لیے نہیں مانگی کہ میں اس کو اوڑھوں گا۔ میں نے تو یہ چادر حضورؐ سے اس لیے لی ہے کہ یہ میرا کفن ہو۔"

اُن صاحب کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ جب وہ مرے تو اُن کو اُسی چادر میں جو حضورؐ نے ایک بار پہن لی تھی، دفن کیا گیا۔